اسلام اکیسویں صدی میں

اکیسویں صدی میں اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور تجدید کی غرض سے امتِ مسلمہ کو اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو دور کرتے ہوئے، مندرجہ ذیل اُمور پر بھرپور توجہ دیتے ہوئے، ان شعبوں میں بدرجۂ اتم کمال حاصل کرنا ہو گا۔

۱۔ تعلیم و تربیت ۲۔ تجارت اور صنعت و حرفت

۳۔ دفاع ۴۔ جغرافیائی سیاست

۵۔ ادیانِ عالم سے تقابل

مذکورہ شعبہ جات میں آخری شعبہ انتہائی اہمیت کا حامل اور حساس ہے۔ کیونکہ یہ دعوتِ دین اور پُرامن بقائے باہمی کے اصولوں پر مبنی ہے۔ ربِ کائنات نے اس شعبہ کو مضبوط تر بنانے کے لئے جو ہدایات جاری کی ہیں وہ قابلِ غور ہیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلا اصول ملاحظہ ہو!

﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴾ ....

"اپنے رب کے رستے کی طرف اس قدر حکمت اور نصیحت کے ذریعہ دعوت دو حتیٰ کہ وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے، ایسا نظر آئے جیسے گہرا دوست ہو" (النحل : ۱۶/ ۱۲۵)

گویا انتہائی وسیع الظرفی، خندہ پیشانی اور تحمل کے ساتھ بات کو آگے بڑھانا ہو گا تاکہ ہر قسم کے تعصب، دشمنی، نفرت اور دوری کی دیواروں کو ڈھا کر اور فاصلوں کو مٹا کر دوری کو ختم کیا جا سکے اور بندگانِ خدا کو وحدتِ انسانیت کی مشترکہ لڑی میں پرو دیا جا سکے، یہ عمل جتنی احتیاط، خوبصورتی اور مہارت کے ساتھ تکمیل پذیر ہو، اتنا بہتر ہے۔

اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم رنگ و نسل، زبان اور علاقائیت کے بتوں کو پاش پاش کر کے انسانیت کے رشتہ کو مقدم رکھیں اور مکالمہ کو آگے بڑھانے کے لئے اس قدرِ مشترک پر زور دیں جو اتحاد و اتفاق کی بنیاد بن سکتی ہو۔ جس طرح اہلِ کتاب اور ہمارے درمیان توحیدِ باری تعالیٰ قدرِ مشترک ہے، اس طرح دیگر ادیان یا نظریات کے ماننے والوں اور اپنے درمیان ایسا مشترک نکتہ تلاش کیا جا سکتا ہے جسے مفاہمت کی کڑی قرار دے کر مذاکرات کا آغاز کامیابی کے ساتھ کیا جا سکے۔ مثلاً

﴿ قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ ...... (آلِ عمران : ۳/ ۶۴)

"کہو کہ اہلِ کتاب ہمارے اور تمہارے درمیان اس مشترک بات کی طرف آ جاؤ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور ہم ایک دوسرے کو اللہ کے علاوہ ارباب نہ بنائیں اس کے باوجود اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو کہ گواہ رہنا کہ ہم تو اللہ کو ماننے والے ہیں"۔

گویا توحید کو بنیاد بنا کر اہلِ کتاب کے مزعومہ مشرکانہ عقائد (از قسمِ تقلید) وغیرہ کا ابطال بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ انجیلِ مقدس اور تورات و زبور سے ایسے حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں کہ "تمہارا آسمانی الٰہ ایک ہے"۔ اسی کی حکومت اور غلبہ کے قیام کے لئے جُملہ انبیاء اور کتبِ آسمانی کا نزول عمل میں آیا۔

یہاں یہ نکتہ مدِ نظر رہے کہ آپ کے تمام دلائل اور حوالہ جات کی بنیاد وحی کی تعلیمات پر ہونی چاہئے۔ اس ضمن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ .... (الحجر: ۹/۱۵)

"بلاشک و شبہ ہم نے قرآن (ذکر) نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔

گویا اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم (وحی) کے علاوہ اور کسی شے کی حفاظت، صحت

اور درستگی کی ضمانت نہیں دی چنانچہ دیگر تمام علوم خواہ کتنے بھی اہم ہوں، ربِ کائنات کی طرف سے صحت اور درستگی کا سرٹیفکیٹ نہیں رکھتے بہرحال یہ امر طے ہے کہ ادیانِ عالم میں وحدت اور انسانیت کے اجتماع کا مرکز توحیدِ الٰہی ہے۔

(وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ) .... (الانبیاء : ۲۵)

"ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول نہیں بھیجا جسے ہم نے یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں لہٰذا میری ہی بندگی کرو"۔

مصدقہ آسمانی مذاہب کی علاوہ ہندومت، بدھ مت اور دیگر مذاہب میں پائی جانے والی ایسی تعلیمات جو توحید اور قرآن کی تائید کرتی ہوں، متعلقہ مذاہب کے پیرو علماء سے بات چیت کے دوران ابتدائی دعوت کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔

یہ احتیاط بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ اس مکالمہ و دعوت کے دوران شخصیت پرستی سے گریز کیا جائے، بعض غیر مسلم یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان اپنے نبی کی سیادت ان کے انبیاء اور رُسل کے مقابلہ میں قائم کرنا چاہتے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ کسی پیغمبر کے لئے یہ جائز نہیں کہ اللہ اسے نبوت اور کتابِ ہدایت سے سرفراز فرمائے لیکن وہ لوگوں سے یہ کہے کہ میرے بندے بن جاؤ۔ بلکہ اسے کہنا چاہئے کہ "ربانی" بنو۔ گویا نسبت اللہ کے ساتھ ہو کسی اور شخصیت کے ساتھ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں استعمال ہونے والی اصطلاحات "محمڈن ازم" اور "محمڈن لاء" تنقید کا نشانہ بن رہی ہیں۔

سیکولر حضرات کے نظریات کا جواب، مُسکِت دلائل کی روشنی میں تلاش کرنا ضروری ہے۔ آج مغرب میں فرد کی آزادی کو تمام اصولوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اسلام بھی فرد کی آزادی پر زور دیتا ہے۔ توحید کا مقصد انسان کو انسانوں کی غلامی سے آزادی دِلانا ہے۔ لیکن مغرب میں پائے جانے والی مادر پدر آزادی کا سدباب ضروری ہے۔ جس طرح فرد کی آزادی کے اصول کے علی الرغم یہ قوانین موجود ہیں کہ شراب پی کر

ڈرائیونگ نہیں کی جاسکتی تاکہ دیگر قیمتی انسانی جانیں اس کی حیوانی آزادی کا نشانہ بن کر موت کی آغوش میں نہ چلی جائیں۔ اسی طرح جنسی آزادی کی روک تھام ضروری ہے تاکہ ایک شخص کی حیوانی جبلت کی تسکین کی خاطر معاشرہ میں پیدا ہونے والی بے راہروی اور مضرت رساں اثرات کو روکا جاسکے۔ بے جا آزادیوں کی وجہ سے انسانیت آج "ایڈز" کے دروازے تک جا پہنچی ہے اور اپنے ہاتھوں خودکشی کا سامان تیار کرلیا ہے۔

اگرچہ انسان کو حیوانِ ناطق کہا جاتا ہے۔ لیکن اسلام انسان کو اس کی حیوانی جبلت سے کہیں بالاتر بنا کر اس کے ارتقاء کے تقاضے پورے کرتا ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے لیکن وہ انسان کو حیوانیت سے بلند مقام عطا کرکے اسے انسان بناتا ہے۔ بقولِ اقبال

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر

صرف بندہ ہونا قابل ستائش نہیں بلکہ "اُس کا بندہ" بننا انسانیت کا مقصود ہے۔ گویا اسلام ایک فرد کی تربیت کرکے اسے ایک بالاتر خوبیوں والا انسان یا "سُپرمین" بنا کر پیش کرتا ہے۔ اس کے لئے لباس کا اہتمام، رہائش کے لئے انتظام، زیب و زینت کا بندوبست، اعلیٰ انسانی اقدار کا احترام، رشتوں کا تقدس، حوصلہ اور صبر، عفو و درگزر، شراکت اور امانت ایسی خصوصیات ہیں، جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہیں۔ دینِ اسلام انہی خصوصیات کو مزید جلا بخشتا اور نکھارتا ہے۔

خود امتِ مسلمہ آج جس انتشار کا شکار ہے اور چودہ صدیوں کے گرد و غبار، کاٹھ کباڑ میں دبی ہوئی تعلیمات جس آمیزش اور ملاوٹ کا شکار ہو چکی ہیں اس کا سدِّباب بھی ضروری ہے۔ اپنے فروعی اختلافات اور فرقہ بندیوں کو ساتھ لے کر آپ کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت نہیں دے سکتے۔ اسی طرح اسلام کی بنیادی تعلیمات اور فلسفہ کو قرآن کے سیدھے سادھے الفاظ میں پیش کرکے ہم دنیا کو ایک دین آسان کی طرف بلا سکتے ہیں۔ انسانی تصرف اور تحریف کی نشاندہی کرتے ہوئے خالص الٰہی قوانین کے نفاذ اور

الہامی تعلیمات کی نشرو اشاعت ہمارا اولین فریضہ ہونا چاہیئے۔

برصغیرپاک و ہند میں اسلام کے احیاء کے لئے شاہ ولی اللہ نے جو کام شروع کیا تھا، اسے شاہ اسمٰعیل شہید اور سید احمد شہید کی تحریک جہاد نے آگے بڑھایا۔ انگریزی استعمار نے عرصۂ دراز تک مسلمانوں کو غلام رکھا۔ نہ صرف برصغیر بلکہ دیگر خطوں میں بھی اُمتِ مسلمہ کو نقصان پہنچا۔ ان حالات میں سید جمال الدین افغانی نے عالمِ اسلام کے اتحاد کے لئے "پان اسلام ازم" کا نعرہ بلند کیا۔ انہوں نے تُرکی، مصر، ایران، ہندوستان اور دیگر ممالک میں اسلامی تحریوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے اور جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے اپنی مساعی کو جاری رکھا۔ لیکن اَغیار کے حملوں اور اپنوں کی سازشوں کی بنا پر ترکی میں خلافتِ اسلامیہ کا خاتمہ ہو گیا اور عالمِ اسلام چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا۔ اسی اثنا میں یہودیوں کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے اسرائیل کے قیام کا موقع مل گیا۔

عرب دُنیا میں "الاخوانُ المسلمون" کی تحریک کا مصر میں آغاز ہوا لیکن وہاں کی قوم پرست حکومتوں نے انہیں نفاذ اسلام کی منزل سے ہمکنار نہ ہونے دیا۔ چند اسلامی ممالک پر اشتراکیت کے تاریک سائے چھائے رہے۔ لیکن سوویت یونین کے خاتمہ اور مشرقی یورپ میں رونما ہونے والی بڑی تبدیلیوں نے دنیا میں انقلابات کی راہ ہموار کر دی۔ اب اسلام کے مقابلے میں کوئی ایسا نظریہ نہیں ہے جو معیشت، معاشرت اور سیاست کے میدانوں میں اس کا مقابلہ کر سکے۔ اس مرحلہ پر اگر کوئی کمی ہے تو وہ صرف مخلص قیادت کا فقدان ہے جسے بتدریج حل کیا جا سکتا ہے۔ اس دور میں ہونے والی تبدیلیاں اور واقعات اس قدر تیزی سے رونما ہو رہے ہیں کہ مسلم اُمّہ کی طرف سے ذرا سی غفلت اور تساہل اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اسلامی ممالک کی کوئی مؤثر تنظیم موجود نہیں ہے۔ اسلامی کانفرنس (OIC) کا کام سطحی نوعیت کا ہے۔ امت کی بیداری کے لئے اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ پچاس کے

قریب مسلم ممالک اپنی جداگانہ حیثیت میں مؤثر نہیں ہیں۔ ان کی آواز کو طاقتور بنانے کے لئے انہیں وحدت کی لڑی میں پرونا ضروری ہے۔ کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود انہیں اقوامِ متحدہ میں ویٹو پاور حاصل نہیں ہے۔ اس پستی کا واحد حل یہ ہے کہ اسلامی ممالک اپنا علیحدہ عالمی ادارہ تشکیل دیں۔ اس طرح انہیں جو قوت حاصل ہوگی وہ اُنہیں استعماری طاقتوں کے استحصال سے محفوظ رکھ سکتی ہے اور ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا ازالہ بھی ہو سکتا ہے۔

دنیا کو اسلامی تہذیب سے روشناس کرانے اور باطل تہذیبوں سے چھٹکارا دلانے کے لئے جس پیمانے پر کام کرنے کی ضرورت ہے، موجودہ رفتار اس کے لئے موزوں نہیں ہے۔ اسلامی ممالک کو ایک پلیٹ فارم پر لانے اور ان کا اتحاد یا کنفیڈریشن قائم کرنے سے پہلے ان کے اندرونی حالات کو درست کرنا ہوگا۔ دینی مسالک، مکاتب فکر اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹی ہوئی تحریکوں کے اختلافات کا خاتمہ ناگزیر ہے۔ ان اختلافات سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے، اکثر اسلامی ممالک پر سیکولر حکمران مسلط ہیں۔ جو دشمن کے آلہ کار بن کر خفیہ ہاتھ کے اشارے پر کھیل رہے ہیں۔ عالم اسلام اس وقت ثقافتی یلغار کی زد میں ہے۔ صرف ڈش انٹینا کو ممنوع قرار دینے سے اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے عیوب پر محاسن کو غالب کرنے کی تدبیر کی ضرورت ہے اور مضرت رساں اثرات سے ناظرین کو محفوظ کرنے کے لئے اس کے بالمقابل اسلام سے ہم آہنگ پروگرام جاری کرنا وقت کا تقاضا ہے۔ اطلاعاتی نظام میں رونما ہونے والا انقلاب، مثبت اور منفی دونوں قسم کے اثرات رکھتا ہے۔ عالم اسلام کے نشریاتی ادارے ابھی تک فرسودہ قدیم طریق کار کو اپنائے ہوئے ہیں۔ اسلامی کانفرنس نے ایک اسلامی نیوز ایجنسی کے قیام کا فیصلہ کیا تھا جو بوجوہ برگ و بار نہ لا سکا۔ صیہونی نشریاتی ادارے دنیا کو گمراہ کن اطلاعات فراہم کرنے، مسلمانوں کو بنیاد پرست قرار دینے اور اسلامی ممالک پر پابندیاں عائد کرانے کی مہم میں سرگرداں ہیں۔ بلی کو دیکھ کر کبوتر کی طرح

آنکھیں بند کرنے سے ثقافتی یلغار کو روکنا ناممکن ہے۔ اس کے لئے متبادل مؤثر ذرائع اختیار کر کے، اپنا اطلاعاتی نظام تشکیل دے کر، جدید ترین ذرائع کو اپنے حق میں استعمال کر کے غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی تہذیب کو اخلاقی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے بالاتر ثابت کئے بغیر باطل تہذیبوں کے خاتمہ اور عریانی و اخلاق باختگی کی اصلاح ممکن نہیں۔ اگر ہم خود سائنس اور ٹیکنالوجی میں پسماندہ رہیں گے، تو اس کا دوش بھی دوسروں کو دینے کی بجائے خود قبول کرنا ہو گا۔ اور اصلاحِ احوال کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا ہو گی۔

علمی میدان میں مجرد تعلیم کا حصول کافی نہیں۔ علم کی بنیاد اعلیٰ اخلاقی اقدار پر رکھنا ضروری ہے۔ مادی مفاد کے لئے قائم کردہ سیکولر نظام تعلیم میں اللہ کے وجود اور روحانیت کی شمولیت کے ذریعہ اصلاح کی جا سکتی ہے۔ تعلیم، طبّ اور سائنس کے میدانوں میں مسلمانوں کو صدیوں تک مغرب پر برتری حاصل رہی ہے۔ اس ضمن میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام اپنی ثقافت، تہذیب اور علم کے لحاظ سے ایک برتر نظریہ ہے۔ یہ حقیقت تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہے کہ ملتِ اسلامیہ اپنی مساعی کے ذریعے اسے دوبارہ حقیقتِ منتظر بنا کر اپنی بقا کا سامان پیدا کر سکتی ہے۔

عالم اسلام کے پاس قدرتی وسائل، افرادی قوت اور مادی دولت کی کوئی کمی نہیں۔ البتہ صیہونی اداروں اور استعماری طاقتوں کی مداخلت اور غلط منصوبہ بندی کی بنا پر وسائل کا صحیح استعمال نہیں ہو رہا۔ اپنا سرمایہ مغربی بینکوں میں رکھوانے کی بجائے مسلمانوں کو اپنے معاشی ادارے اور اپنا بین الاقوامی مانیٹری فنڈ قائم کرنا چاہیئے۔ اس طرح وہ غریب مسلم مملکت کو مغربی قرضوں کے جال سے نکال کر اپنے پاؤں پر کھڑا کر سکتے ہیں۔ ایک مشترکہ اسلامی فوج اور دفاعی نظام، اسلامی دنیا کے دفاع کے لئے قائم کیا جائے۔ تاکہ خلافت کی طرز پر ایک ہی عظیم تر اسلامی مملکت وجود میں آئے۔ اس منزل کے حصول تک مسلمانوں کو اپنی اقوام متحدہ

قائم کرنے کی ضرورت ہو گی۔ عرب و عجم کے اختلافات دور کر کے بعض مسلم ممالک کی باہمی کشمکش کا خاتمہ کرنا ہو گا۔ متحارب اسلامی ممالک کی صلح کرانے کے لئے بھرپور کوشش کی جائے۔ اس مقصد کے لئے قرآنی تعلیمات کو مشعلِ راہ بنایا جائے۔ توحید، رسالت اور آخرت کو بنیاد بنا کر دنیا میں اسلام کا پیغام عام کیا جا سکتا ہے۔ دین کی دعوت، علم و عمل کے زور سے پھیلائی جائے۔ گروہی اور فروعی اختلافات کو فراموش کر کے، دین کی بنیادی تعلیمات کو پیش نظر رکھنا اور ان پر عمل در آمد کرنا دور جدید کا تقاضا ہے۔ افراد کی تربیت اس لئے ضروری ہے کہ افراد کی اصلاح سے بالآخر خاندان اور معاشرہ کی اصلاح ممکن ہو سکے گی۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد کو دوبارہ زندہ کرنا ہو گا۔ فرسودہ رسوم و رواج کو ترک کر کے سادہ طرز زندگی اختیار کیا جائے۔ سود معیشت اور سامراجی کالے قوانین کو خیرباد کہہ کر اسلامی طرزِ تجارت، معاشرت اور نظامِ حکومت کو اپنایا جائے۔ قوانین کو شریعت کے مطابق بنانے کے لئے اجتہاد و بصیرت کو مدنظر رکھا جائے۔ جدید دنیا میں ان مقاصد کے حصول کے لئے باقاعدہ لائحہ عمل طے کرنے، اس کے طریقہ کار متعین کرنے اور مثبت و منفی پہلوؤں کا جائزہ لے کر عملی قدم اٹھانے سے ہی کامیابی ہمارے قدم چُوم سکتی ہے۔

عالمِ اسلام میں اس وقت ان مختلف مسائل پر، داخلی و خارجی معاملات کے لئے، دینی و دنیاوی کامیابی کے لئے ایسے اداروں کی ضرورت ہے جو اسلامی قوم کی تعلیم و تہذیب کا صحیح رُخ متعین کریں اس کے لئے وسائل حاصل کرنے اور مقاصد کی بر آوری کے لئے لائحہ عمل تشکیل دیں۔ ممکنہ اقدامات کا جائزہ لیں اور بالترتیب اہم تر منصوبوں پر رپورٹیں پیش کریں تاکہ آئندہ اسلام کو ایک طاقتور اور قابل عمل مذہب کے طور پر ہر سُو پھیلایا جا سکے۔

تعلیم کے میدان سے، معیشت، معاشرت اور سیاست کے میدانوں میں وسیع منصوبہ بندی کے لئے عالم اسلام کے دانشور طبقے کو متحرک کیا جائے۔ ان خطوط پر چلتے ہوئے ہی عالم اسلام اکیسویں صدی میں دنیا کو متبادل قیادت فراہم کر سکتا ہے۔